نقد و بحث

گذشتہ سے پیوستہ

مولانا ابو السلام محمد صدیق (سرگودھا)

حافظ عبداللہ محدث روپڑی کا فتویٰ

اور

مولانا عزیز زبیدی کا تعاقب

قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت میت سے سوال کیا جاتا ہے۔ کیا اس وقت آپ کا وجودِ مبارک میت کے سامنے ہوتا ہے؟ **یا**

صرف اوصاف پر کفایت ہوتی ہے ؟

شعبان ۱۳۵۲ہجری کی بات ہے کہ اے۔ ای پٹیل از جوہانسبرگ افریقہ نے حضرت محدث روپڑی کی خدمت میں ایک استفتار بھیجا کہ قبر میں منکر نکیر میت سے پوچھتے ہیں "ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم" یعنی یہ شخص جو تم میں مبعوث ہوا ہے وہ کیا ہے ؟ "فیقول محمد صلی اللہ علیہ وسلم" حدیثِ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وجودِ مبارک میت کے سامنے ہوتا ہے جس کی وجہ سے کہا جاتا ہے "ماہذا الرجل الذی بعث فیکم" کیونکہ لفظ "ہذا" سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اگر لفظ "ہذا" کا دوسرا کوئی معنی ہے، مع دلیل وحوالہ بیان کیجئے۔

یہ سوال انہوں نے اپنے ایک عالم سے کیا۔ انہوں نے جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے:

جواب ۱:۔ لفظ "ھذا" اس مذکور موجود شے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے موضوع ہے جو قریب ہو، عام اس سے مذکر حقیقی ہو، حکمی اور موجود خارجی ہو یا ذہنی۔

روایت مذکورہ فی السوال نیز دیگر روایاتِ مختلف فی الباب کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ذکر کیے جاتے ہیں اور پھر اشارہ کر کے کہا جاتا ہے تو اگر بندہ مومن ہے تو تمام اوصاف کو سن کر جواب دے گا "عبد اللہ ورسولہ" پس لفظ "ہذا" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور بعضوں نے روایتِ مذکورہ فی السوال کی بنا پر

یہ بھی کہا ہے کہ ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک مکشوف ہوتا ہو اور مکشوف ہونے کے بعد کہا جاتا ہو کہ "ما تقول فی ھذا الرجل" مگر اس بارہ میں کوئی صریح روایت نہیں ملی۔ وھذہ بشارۃ عظمیٰ للمومن ثم ما ذالک علی اللہ بعزیز واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم فقط (محمد ثناء اللہ عفا اللہ عنہ سملوکی) ۲۹-۸-۳۵ء

جواب ۲:۔ حدیث شریف میں "ہذا" کے ساتھ "الذی بعث" بھی آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رسولِ مبعوث سے سوال ہے۔ معنیٰ یہ ہیں۔ کہ جو شخص تم میں رسول کر کے بھیجا گیا بھلا اس کو کیا کہتے ہو۔ "ہذا" کے ساتھ جب "الذی" آئے تو وہاں موجود مراد نہیں ہوتا بلکہ موصول مع صلہ کی طرف کلام کا رخ ہوتا ہے اس کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں "امّن ھذا الذی ھو جند لکم" اسی قسم سے ہے جن لوگوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل دکھائی جاتی ہے۔ یہ ان کا اپنا خیال ہے جس کے ذمہ دار وہی ہیں (اے۔ ای پٹیل)

حضرت محدث روپڑی نے جو جواب دیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

الجواب:۔

"ہذا" کی وضع محسوس مبصر مذکر کے لیے ہے جو قریب ہو یہ اس کا حقیقی معنیٰ ہے۔ اس معنیٰ کی بنا پر ترجیح اس کو ہے کہ میت کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور میت کو آپؐ کا وجود باوجود قریب نظر آنے لگتا ہے۔ پھر "ہذا" کے ساتھ سوال ہوتا ہے اور یہ کہنا کہ مکشوف ہونے پر کوئی دلیل نہیں صحیح نہیں کیونکہ دلیل یہی "ھذا" کا لفظ ہے جب اس کا حقیقی معنیٰ یہی ہے تو مکشوف ماننا پڑے گا۔ تاکہ حقیقی معنیٰ بن سکے کیونکہ حقیقی معنیٰ مقدم ہے جب تک حقیقی معنیٰ نہ بن سکے مجازی نہیں لیا جا سکتا اور یہ کہنا کہ جب "ھذا" کے ساتھ "الذی" ہو تو کلام کا رخ موصول مع صلہ کی طرف ہوتا ہے۔ یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

"واذا راٰک الذین کفروا ان یتخذونک الا ھزوا اھذا الذی یذکر اٰلھتکم" (الانبیاء:۳۶)

"یعنی اے محمدؐ! کفار جب تجھے دیکھتے ہیں تو مذاق سے کہتے ہیں کیا یہ وہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کو برائی سے یاد کرتا ہے؟"

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہیں پھر "الذی" بھی ہے۔ اس

سے معلوم ہوا کہ موصول میں ضروری نہیں کہ کلام کا رخ موصول مع صلہ کی طرف ہو۔ ہاں اگر خارجی دلیل سے ثابت ہو کہ شے سامنے نہیں تو اس صورت میں کلام کا رخ صلہ کی طرف ہو سکتا ہے۔ جیسے آیتِ کریمہ "امّن ھذا الذی ھو جند لکم" میں ایسا ہی ہے۔ کیونکہ خدا کی ذات دنیا میں کسی کے سامنے نہیں اور نہ خدا کی ذات کو دنیا میں کوئی دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے فرمایا "لن ترانی" یعنی "اے موسیٰ! تو مجھے ہرگز نہیں دیکھے گا۔" اس لیے اس آیت میں "ھذا" کا رخ موصول مع صلہ کی طرف ہے اور حدیث "ھذا الذی بعث" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت سے کوئی مانع نہیں۔ درمیان سے پردہ مکشوف ہو کر رؤیت ہو سکتی ہے۔ پس اس میں کلام کا رخ موصول مع صلہ نہیں ہو سکتا۔

بعث کا معنیٰ

اس کے علاوہ "الذی بعث" کے یہ معنی کرنا کہ "جو تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا" یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ جواب کی عبارت ہے "وہ خدا کا رسول ہے" تو جواب فضول گیا اس لیے "الذی بعث" کے معنی "جو تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا" نہ کرنے چاہئیں۔ بلکہ اس کے معنی "جو تم میں اٹھایا گیا یا پیدا کیا گیا" کے کرنے چاہئیں۔

دفع دخل

شاید کہا جائے کہ پہلے معنیٰ (جو تم میں بھیجا گیا) لینے کی صورت میں یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ "جو تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا تم اس کو رسول مانتے ہو؟" مومن جواب دے گا کہ "وہ خدا کا رسول ہے" اور کافر کوئی جواب نہیں دے گا۔ اور یہ مطلب صحیح ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ کیا کافر اس لیے جواب نہیں دے گا کہ اس کو جواب کا علم نہیں ہو گا۔ یا اس لیے جواب نہیں دے گا کہ وہ انکار پر اڑ جائے گا؟ پہلی صورت تو ٹھیک نہیں کیونکہ سوال سے اس کو علم ہو چکا ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے تو پھر یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ جواب کا اس کو علم نہیں اور دوسری صورت بھی ٹھیک نہیں کیونکہ عذاب کے وقت اڑی کیا؟ نیز احادیث میں صاف آیا ہے کہ کافر کہے گا "ھاہ ھاہ لا ادری" یعنی ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں۔ یہ بے علمی کا اظہار بتا رہا ہے کہ پہلے معنیٰ (جو تم

ہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، ٹھیک نہیں۔

اگر کہا جائے کہ کشوف مراد لینا ٹھیک نہیں کیونکہ صحابہؓ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود کرنا تو مفید ہو سکتا ہے کیونکہ وہ پہچان سکتے ہیں جنہوں نے نہیں دیکھا ان کے سامنے آپ کا وجود کرنا کیا فائدہ؟ نیز جن کافروں نے آپ کو دیکھا ہوا ہے۔ جیسے ابوجہل وغیرہ تو وہ پہچان کر کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ خدا کا رسول ہے۔ ان کے "ھاہ ھاہ لا ادری" کہنے کا کیا معنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کو دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ خدا کے رسول ہیں تو وہ جواب میں کہے گا کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی پس میں ان پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی یعنی اللہ کی کتاب میں جو ان کے اوصاف ہیں یا ان کا حلیہ بتایا گیا ہے۔ اسے دیکھ مومن فراست ایمانی سے اندازہ کر لے گا کہ یہ وہی رسولؐ ہیں جن پر میں ایمان لایا ہوں ______ رہے کفار جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ سو وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک سے واقف ہیں آپؐ کی رسالت سے واقف نہیں کیونکہ ان کو ایمان نہیں۔ اگر بالفرض وہ دنیا میں رسالت سے واقف بھی ہوں تو ایمان نہ لانے کی وجہ سے ناواقفوں میں اٹھتے ہیں۔ پس ترجیح اسی کو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکشوف ہو کر سامنے ہوتے ہیں"۔

قسطِ اول میں قارئین کرام نے پڑھ لیا ہے کہ قبر میں میت سے لفظ "ہٰذا الرجل" سے جو سوال ہوتا ہے ھٰذا اسم اشارہ کا مشار الیہ ذات ہے۔ محدث روپڑیؒ نے اس معنٰی کو ترجیح دی ہے۔ اس کی جو وجہ انہوں نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ لفظ "ھٰذا" کی وضع محسوس مبصر کے لیے ہے یہ ھٰذا کا حقیقی معنٰی ہے قبر میں ہٰذا کا حقیقی معنی مراد لینے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ جب "ھٰذا" کے ساتھ "الذی" آئے تو کلام کا رخ موصول مع صلہ کی طرف ہوتا ہے محدث روپڑی علیہ الرحمۃ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہر جگہ یہ ضروری نہیں ہے کہ کلام کا رخ موصول مع صلہ کی طرف ہو جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے۔ "وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَھٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ"

یعنی اے محمد! جب کفار تجھے دیکھتے ہیں تو مذاق سے کہتے ہیں۔ کیا یہ وہی شخص ہے جو تمہارے

معبودوں کو برائی سے ذکر کرتا ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہیں پھر "الذی" بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ موصول مع صلہ میں ضروری نہیں کہ کلام کا رخ موصول سے صلہ کی طرف ہو۔

محدث روپڑی رحمہ اللہ کے اس جواب پر مولانا عبد الجلیل سامرودی کا تعاقب! مولانا عبد الجلیل سامرودی نے محدث روپڑی رحمہ کے اس جواب پر تعاقب کیا ہے وہ اخبار محمدی اور اخبار اہل سنت والجماعت امرتسر میں شائع ہوا۔ انہوں نے تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے :

"تعجب ہے اڈیٹر تنظیم روپڑی پر کہ ایک امر موہوم کو ترجیح دے رہے ہیں اگر کتب احادیث کو کھول کر مطالعہ فرماتے تو اس ترجیح کو مرجوح قرار دیتے دیکھیے صحیح بخاری باب المیت یسمع خفق النعال میں بروایت انس رض ملاحظہ ہو:

"فیقولان لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

باب عذاب القبر میں ہے "فی ھذا الرجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اسی حضرت انس رض کی روایت میں ابن مریہ نے یہ لفظ بیان کیے ہیں "فی ھذا الرجل الذی کان بین ایدیکم یقال لہ محمد" کما فی شرح الصدور ص۴۹ الدر المنثور ص۸۱۔

مسند احمد میں حضرت اسماء رض کی حدیث میں حسب ذیل لفظ ہیں :

"ماتقول فی ھذا الرجل قال ای رجل قال محمد"!

نیز شرح الصدور ص۵۷ کتاب الروح صفحہ ۷۴ الدر المنثور صفحہ ۹۵ جلد ۴ مستدرک حاکم صفحہ ۳۸۰ جلد ۱ میں یہ لفظ ہیں :

"ارأیت ھذا الرجل الذی کان فیکم ما تقول فیہ وماذا تشہد بہ علیہ فیقول أحمد فیقال نعم"!

مستدرک حاکم کے یہ لفظ ہیں : فیقال ای رجل فیقولون الرجل الذی کان فیکم قال فلا یھتدی فیقولون محمد (الحدیث)

یہ روایتیں ببانگ دہل بتا رہی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکشوف ہو کر سامنے ہونا کسی اجنبی کا مقولہ ہے، محدثین کا ہرگز اعتقاد نہیں۔ آپ کا بذات خود سامنے ہونا لغو محض ہے اگر کسی نص نبوی سے بالتنصیص ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود مکشوف ہو کر سامنے ہوتے ہیں تو مع حوالہ کتاب ظاہر فرمائیں وإلا اس خیال شنیع سے رجوع فرمائیں (اخبار محمدی ۱۵ دسمبر ۱۹۳۵ء - اخبار اہل سنت والجماعت ۱۶ دسمبر ۱۹۳۵ء)

جواب محدث روپڑی رحمہ اللہ: ظاہر یہی ہے کہ کشف ہوتا ہے۔ کیونکہ لفظ ہذا اسی کو چاہتا ہے۔ اس سوال میں (جو لفظ ھذا کے ساتھ ہوتا ہے) کئی طرح کے الفاظ آتے ہیں۔ بعض سوال میں "محمد"

کا لفظ آیا ہے چنانچہ مولوی عبد الجلیل کی پیش کردہ عبارت سے پہلی اور تیسری عبارت میں ہے، بعض میں نہیں ہے چنانچہ دوسری، چوتھی اور پانچویں میں نہیں۔ چوتھی اور چھٹی میں تو ظاہر ہے کیونکہ اگر سوال میں لفظ "محمد" ہوتا تو میت "ای رجل" یا "محمد" کے ساتھ سوال کیوں کرتی اور دوسری عبارت میں "فی ھذا الرجل محمد" ہے۔ منکر نکیر کے سوال میں نہیں۔ بلکہ منکر کے سوال میں "ھذا الرجل" کا مشار الیہ بتایا گیا ہے خواہ بتانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا کوئی اور راوی ہو۔

تفسیر ابن کثیر میں مومن کے سوال میں لکھا ہے "ماتقول فی ھذا الرجل یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال محمد" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تو کیا کہتا ہے "مردہ کہتا ہے کون" فرشتہ کہتا ہے "محمد"۔ فاجر یا کافر کہنا کے سوال میں لکھا ہے: "ماتقول فی ھذا الرجل قال ای رجل قال محمد" یعنی اس شخص کے حق میں تو کیا کہتا ہے "مردہ کہتا ہے کونسا شخص" فرشتہ کہتا ہے "محمد" (جلد ۵ ص ۲۹۶)

ان مختلف الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک مکشوف ہو کر سامنے آتا ہے تو بعض میتیں صرف چہرہ کو دیکھ کر معلوم کر لیتی ہیں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض میتوں کو اس میں تردد رہتا ہے تو وہ "محمد" یا "ای رجل" کہہ کر سوال کرتی ہیں یعنی کیا یہ محمد ہے؟ یا یہ کونسا آدمی ہے؟ فرشتے اس کے جواب میں "نعم" کہتے ہیں یا "محمد" کہتے ہیں یعنی "ہاں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔

بہرصورت یہ تمام الفاظ ہمارے موید ہیں کیونکہ یہ پورا جملہ نہیں، اس کے آگے پیچھے کچھ عبارت مقدر ہے زیادہ مناسب یہ ہے کہ "ھذا" مقدر ہو کیونکہ اس سے پہلے منکر نکیر کے سوال میں "ھذا" ہے۔ اس بنا پر پہلے سوال کی عبارت اصل یوں ہوئی "أھذا محمد" "ھذا" یعنی کیا یہ محمد یا کیا محمد ہے یہ؟ اور دوسرے سوال کی اصل عبارت یوں ہوئی "ای رجل ھذا" یعنی یہ رجل کونسا ہے؟ گویا ان سوالوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی میت کے سامنے ہے۔ اس کی طرف وہ اشارہ کر کے سوال کرتی ہے۔

ناظرین! خیال فرمائیں کہ جن دلائل کو مولوی عبد الجلیل ہمارے مقابلہ میں پیش کر رہے ہیں، وہ دراصل ہمیں مفید ہیں مگر مولوی عبد الجلیل غلط فہمی سے اسے اہلحدیث کا مسلک ہی نہیں سمجھتے خدا ایسی غلط فہمی سے بچائے اور عبارات میں غور و تدبر کی توفیق بخشے آمین ثم آمین!

مولوی عبد الجلیل نے اس پر دوبارہ تعاقب کیا ہے جو پرچہ محمدی یکم مارچ ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا ہے لیکن اس میں کوئی نئی بات نہیں لکھی تو اس میں بھی ہماری تائید ہوتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔

"آپ (محدث روپڑی) کی کل سعی اور آپ کا راس المال صرف لفظ "ھذا" ہے آپ کے الفاظ" اور یہ کہنا کہ کشوف ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ دلیل یہی "ھذا" کا لفظ ہے "یہ عبارت بانگ دہل پکار رہی ہے کہ کل پونجی

آپ کی اس لفظ "ھذا" میں مضمر ہے۔ فاضل روپڑی کو لسان وغیرہ کے ایک مقلد کے حاشیہ نے دھوکا دیا ہے عاجز نے صاف لکھا تھا کہ نفسِ نبوی حاضر کریں، کیا خوب نفسِ نبوی حاضر کی۔ اگر عبد المصطفیٰ بریلوی والی جماعت کو خبر لگ جائے گی تو حافظ صاحب کو پالکیوں میں لیتے پھریں گے۔ جلّ جلالہٗ حافظ صاحب یہ تو فرما دیجئے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات بھی مکشوف حاضر کیے جاتے ہیں۔ آنِ واحد میں بے حساب اموات سے سوال ہوتا ہے تو آپ کی ذات کو تو اسی حاضری سے فرصت نہ ملتی ہو گی۔

حافظ صاحب! اب بخاری شریف وغیرہ میں حدیث ہرقل کو بھی کھول کر ملاحظہ فرمائیں ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا "انی سائل ھذا عن ھذا الرجل" آپ تو ہرقل کے پاس بھی مکشوف ہو کر حاضر کئے گئے ہوں گے۔ کیونکہ "ھذا الرجل" حاضر کے لیے ہوتا ہے۔ ابن مردویہ والی حدیث جس میں موجود ہے "ماکنت تقول فی ھذا الرجل الذی کان بین اظھرکم الذی یقال لہ محمد" بلکہ حاکم صـ۳۸ جلد ۱ کی روایت "فیقال لہ ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان فیکم وما ذا تشھد بہ علیہ فیقول ای رجل فیقولون الرجل الذی کان فیکم قال فلا یھتدی لہ قال فیقولون محمد"۔

حضرات! الفاظِ حدیث "ھذا الرجل" "یہ شخص" اس کے بعد ہی کہا جاتا ہے "وہ جو تم میں تھے"۔ "وہ جنہیں محمد کہا جاتا تھا"۔ نیز دوسری روایت میں ہے "وہ جو تم میں تھے تیری گواہی ان کی بابت کیا ہے" پھر اس کا سوال کہ "کون شخص"؟ ملائکہ کا جواب "وہ جو تم میں تھے"۔ اتنا کہتے ہوئے بھی نہ سمجھا۔ تو ملائکہ کہیں گے "محمد وہ محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ عدمِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے؟ اس قدر واضح ہوتے ہوئے حافظ صاحب روپڑی نے وہی ایک خدا کی ٹانگ اڑا رکھی ہے۔ بات یہ ہے کہ حلق سے بات کیسے اترے؟ آپ لوگوں کے اصولِ مخترعہ کے پابند رہ کر کلامِ نبی کا اس پرواز کرنا چاہتے ہیں مکشوف ہو کر آپ کا حاضر کیا جانا کسی حنفی کا مسلک تھا شمل عینی وغیرہ فاضل قسطلانی نے لکھا ہے:

"قیل یکشف للمیت حتی یری النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی بشری عظیمۃ للمؤمن ان صح ذالک ولا نعلم حدیثا مرویا فی ذالک والقائل بہ انہ استند لمجرد ان الاشارۃ لا تکون الا للحاضر لکن یحتمل ان تکون الاشارۃ لما فی الذھن فیکون مجازا" کہا گیا ہے کہ میّت کے لیے پردہ اٹھ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتی ہے یہ اگر صحیح ہو تو مومن کے لیے بڑی خوشخبری ہے اور ہمیں اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث معلوم نہیں۔ اور جو اس کا قائل ہے۔ اس کی دلیل صرف یہی ہے کہ اشارہ حاضر کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن احتمال ہے کہ اشارہ حاضر فی الذہن کی طرف ہو پس یہ مجاز ہو گا۔"

خاتم المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ کے صـ۱۲ سوال ۵ کے جواب میں فرماتے ہیں۔ سوال کی سرخی یہ ہے:

"وھل یکشف لہ فی الحال حتی یری النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویقول لہ ما تقول فی ھذا الرجل

فاجاب لقوله بعد ان اعاد السوال فقال اما الثامن وهو هل يكشف له حتی یری النبی صلی اللہ علیہ وسلم فالجواب ان هذا لم یرد فی خبر صحیح وانما ادعاه من لا یحتج به بغیر مستند الا من جهة قوله فی هذا الرجل وان لا اشارة بلفظة لا تکون الا للحاضر وهذا لا معنی له لانه حاضر فی الذهن "

"بہر حال یہ سوال کہ میت کے لیے پردہ کھولا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتی ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا صرف اس شخص نے بلا دلیل اس کا دعویٰ کیا ہے جس کی بابت حجت نہیں صرف یہ دلیل پیش کی ہے کہ "ھذا" کا اشارہ حاضر کے لیے ہوتا ہے حالانکہ حاضر کے لیے ہونے سے کشف لازم نہیں آتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذہن میں حاضر ہیں۔"

میں کہتا ہوں یہ چوٹ ہے ابن حجر رح کی عینی پر شرح الصدور کے صفحہ ۶ میں بھی یہ سوال مع الجواب مسطور ہے۔ حافظ کا

۱۳۲۲ھ میں طبع ہوا ہے۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رح سے سوال ہوا کہ آپ مکشوف کر دیئے جاتے ہیں۔ کہ جس سے

یت آپ کو دیکھ لیتی ہے اور پھر کہا جاتا ہے "ما تقول فی ھذا الرجل" حافظ ابن حجر رح نے جواب دیا کہ کسی ایک بھی صحیح حدیث

میں نہیں آیا۔ یہ ایک مہمل "لا یحتج بہ" نے یہ دعویٰ کیا ہے بلا دلیل صرف حضورؐ کے فرمان کو اپنا مستنبط بنا لیا ہے اور

بتا ہے کہ "ھذا" کا اشارہ صرف حاضر کے لیے ہی ہوتا ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ کوئی بات نہیں۔ کیونکہ

آپ حاضر فی الذہن ہیں۔

حضرت حافظ صاحب یا تو کوئی صحیح حدیث پیش کریں یا "ھذا" کا پیچھا چھوڑیں۔ ابن حجر رح قسطلانی سیوطی رحمہم اللہ بڑے زوروں سے کہتے ہیں کہ "اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ صرف یہی "ھذا" ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے۔"

حضرات اہل حدیث بیدار ہوں کہ جو مولانا روپڑی نے طریقہ اختیار کیا ہے وہ اہلحدیثوں کا ہرگز نہیں۔ مولانا روپڑی نے ایک شکایت درج فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ آپ براہِ راست ہمیں مضمون نہیں بھیجتے۔ آپ کی شکایت بالکل بے جا ہے

تنظیم کے ایڈیٹر کو لائق ہیں۔ مگر مدرک رکوع کے مضامین آپ نے۔ عاجز نے مضمون دینا موقوف کر دیا۔ تنظیم اخبار

ہے۔ اخبار محمدی ایک دینی اخبار اور مبلغ حق ہے۔ میں نے اپنا مضمون صرف اخبار محمدی کو دیا تھا۔ اخبار اہلسنت

نے اس سے نقل کیا ہے بندہ ممنون ہے۔ (ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل سامرودی)

محدث روپڑی کا جواب

مولوی عبد الجلیل کا مقصد یہ ہے کہ ان کے مضمون پر کوئی تنقیدی نظر نہ ڈالے بلکہ جوں کا توں شائع کر دیا جائے حالانکہ تنقیدی نظر فریقین کے لیے مفید ہے کیونکہ تبادلہ خیالات سے حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ اگر بالفرض فریقین کی سمجھ میں نہ آئے یا خدانخواستہ کوئی اپنی ہٹ نہ چھوڑے تو کم از کم ناظرین کو غور و تدبر کا موقع مل سکتا ہے۔ آپ نے حدیث کے الفاظ کی بے ادبی کرتے ہوئے گستاخانہ لہجہ میں کہا ہے کہ: "حافظ صاحب روپڑی نے وہی ایک "ھذا" کی ٹانگ اڑا رکھی ہے۔"

ناظرین نے خیال فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو کس برے لہجہ میں بیان کیا گیا ہے معاذ اللہ! ہم تو خیر برے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب تو ملحوظ رکھیے۔ پھر آپ کے حسب زعم اڈیٹر تنظیم نے ھٰذا کی ٹانگ اڑا رکھی ہے تو آپ نے اس کے مقابلہ میں پیش کیا کیا ہے صرف ابن مردویہ یا حاکم کی روایت حالانکہ ان میں بھی یہی ھٰذا کا لفظ ہے باقی الفاظ مثلاً "الذی کان بین اظہرکم الذی یقال لہ محمد" وہ جو تم میں تھے اور جنہیں محمد کہا جاتا تھا وغیرہ یہ روائتیں کسی طرح ہمارے خلاف نہیں، چنانچہ آپ کے پہلے تعاقب کے جواب میں تفصیل ہو چکی ہے۔ لیکن دوسرے تعاقب میں آپ کا ان کو دہرانا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ضمیر غائب سے دھوکا لگا ہے۔ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ضمیر غائب اس کی طرف لوٹ رہی ہے جو کلام کے وقت مخاطب کے سامنے نہ ہو، حالانکہ یہ ڈبل غلطی ہے اور یہی غلطی ایڈیٹر اہل سنت والجماعت کو لگی ہے چنانچہ انہوں نے اپنے پرچہ ۴ر جنوری و یکم فروری ۲۶ ۱۹ء میں ہمیں الفاظ حدیث پر توجہ دلاتے ہوئے ضمیر غائب ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم حضور ثابت کیا ہے۔ خیر اس غلطی کی تفصیل سنئے۔

(۱) ضمیر کے لوٹانے میں کبھی لفظ کی رعایت ہوتی ہے کبھی معنیٰ کی۔ قرآن مجید میں ہے: "ومن الناس من یقول آمنا باللّٰہ و بالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین" بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور درحقیقت وہ ایمان والے نہیں۔ اس آیت میں مَن کا لفظ مفرد ہے اور معنیٰ اس کا جمع کا ہے لفظ کی رعایت کریں تو اس کی طرف مفرد کی ضمیر ہوتی گی۔ اگر معنیٰ کی رعایت کریں۔ تو جمع کی لوٹے گی چنانچہ اس آیت میں یقول کی ضمیر مفرد کی طرف لوٹ رہی ہے اور "وما ھم بمؤمنین" جمع کی۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے کل نفس ذائقۃ الموت "ہر نفس موت چکھنے والا ہے" عربی میں چونکہ نفس کا لفظ مؤنث ہے اس لیے اس کی طرف ضمیر مؤنث کی لوٹتی ہے خواہ مراد اس سے مرد ہو یا عورت اسی طرح قرآن مجید میں ہے: "واذا راٰک الذین کفروا ان یتخذونک الا ھزوا اھٰذا الذی یذکر اٰلھتکم" "اے محمد! کفار جب تجھے دیکھتے ہیں تو مذاق سے کہتے ہیں، کیا یہ وہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کو برائی سے ذکر کرتا ہے؟" اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہیں، مگر ضمیر غائب لوٹ رہی ہے گویا "الذی" کے لفظ کی رعایت کی گئی ہے بلکہ ایسے مقام میں "الذی" کے لفظ کی رعایت زیادہ فصیح ہے چنانچہ قواعد عربیہ میں اس کی تصریح کی ہے حالانکہ متکلم سامنے ہوتا ہے مگر "الذی" کے لفظ کی رعایت مقدم کی گئی ہے۔ مولوی عبد الجلیل اور ایڈیٹر اہل سنت دونوں بیچارے ضمیر غائب کی الجھن میں پھنس کر راجح بات سے غائب ہو گئے۔ انا للہ!

(۲) مولوی عبد الجلیل نے بخاری وغیرہ کے حوالے سے ہرقل کی حدیث کا ٹکڑا نقل کیا ہے۔ "انی سائل ھٰذا عن ھٰذا الرجل" اس عبارت میں پہلے "ھٰذا" سے ابو سفیان کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یعنی ہرقل روم کے بادشاہ نے ابو سفیان کے ساتھیوں سے اپنے ترجمان کی معرفت کہا کہ

میں ابوسفیان سے محمدؐ کا حال پوچھنا چاہتا ہوں۔ مولوی عبد الجلیل کا اس سے یہ مقصد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہرقل کی مجلس میں نہ تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ھٰذا کے استعمال میں سامنے ہونا شرط نہیں۔ کہ اخروی معاملات کو دنیوی معاملات پر قیاس کیا ہے حالانکہ آخرت کا معاملہ عموماً خرق عادت ہے۔ مثلاً قبر کا فراخ ہونا یا تنگ ہونا یا قبر کا میت سے باتیں کرنا جنت اور دوزخ کی طرف سے کھڑکی کا کھلنا یا سانپ بچھو کا اس پر مسلط ہونا وغیرہ وغیرہ یہ تمام سلسلہ خرق عادت کی قسم سے ہے، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکشوف ہونا کوئی بعید امر نہیں اور ظاہر ہے کہ لفظ کا جب حقیقی معنیٰ بن سکے تو مجازی معنیٰ جائز نہیں، اس بنا پر ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں مکشوف مانا جائے تاکہ حقیقی معنیٰ مراد ہو سکے بہ خلاف ہرقل کی حدیث کے کیونکہ یہ دنیوی معاملہ ہے اور دنیوی معاملہ میں خرقِ عادت کی صورت میں حقیقی معنیٰ متروک ہو سکتا ہے جیسے عرب کہتے ہیں رَأیت اسدًا یرمی "میں نے شیر کو دیکھا کہ وہ تیر اندازی کرتا ہے" چونکہ شیر کا تیر اندازی کرنا خرقِ عادت ہے اس لیے شیر کا حقیقی معنیٰ چھوڑ کر اس سے مراد بہادر آدمی لیتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہرقل کی حدیث میں ھٰذا کے لفظ کو سمجھ لینا چاہیے کیونکہ ہرقل کی حدیث میں بھی یہی صورت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس خط کو پڑھ کر دریافت کیا کہ محمدؐ کے رشتہ داروں میں سے یہاں کوئی موجود ہے تو پتہ لگا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی موجود ہیں۔ اس نے ان کو بلا کر ابوسفیان کو اپنے سامنے بٹھایا اور ساتھیوں کو ابوسفیان کے پیچھے بٹھا کر مذکورہ بالا گفتگو شروع کر کے ابوسفیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیے۔ اس سارے واقعہ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے موجود نہ تھے اور مکشوف ماننا خرقِ عادت ہے۔ اس لیے مجازی معنیٰ مراد ہوگا۔ غرض آخرت کے معاملہ میں خرقِ عادت ایسا ہی ہے جیسا دنیوی معاملہ میں موافق عادت اور موافق عادت ہونے کی صورت میں حقیقی معنیٰ مجازی پر مقدم ہے، جب حقیقی بن سکے تو مجازی جائز نہیں۔ پس قبر میں سوال کی حدیث میں مکشوف ماننا چاہیے تاکہ "ھٰذا" کا حقیقی معنیٰ قائم رہے۔ ہاں اگر مجازی معنیٰ پر کوئی دلیل ہوتی۔ جو حقیقی معنیٰ مراد لینے سے مانع ہوتی تو اس صورت میں حقیقی معنیٰ متروک ہو سکتا۔ جیسے آیتِ کریمہ "امّن ھذا الذی ھو جند لکم" میں اوپر گزر چکا ہے اب کوئی وجہ نہیں۔

(۳) مولوی عبد الجلیل نے لکھا ہے کہ ہرقل نے ترجمان سے کہا "انی سائل ھذا عن ھذا" حالانکہ ہرقل نے اپنے ترجمان کی وساطت سے ابوسفیان کے ساتھیوں سے یہ کہا۔

اصولِ مخترعہ سے مولوی عبد الجلیل کی مراد حقیقت مجاز کا مسئلہ ہے۔ حالانکہ قسطلانی نے آپ کی نقل کردہ عبارت میں تصریح کی ہے کہ حاضر فی الذہن کی طرف اشارہ مجاز ہے اور کتبِ عربیہ میں "ھٰذا" کو

اشارہ حسیہ کی قسم سے شمار کرنا اور ھذا کو قریب کے لیے اور ذاکَ اور ذالکَ کو بعید کے لیے یا ذاکَ کو متوسط کے لیے اور ذالك کو بعید کے لیے کہنا اور جب ھذا کا استعمال معقول (حاضر فی الذہن) میں ہو تو اس وقت یہ کہنا کہ اس کو بمنزلہ محسوس کے قرار دے کر اس میں ھذا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اسی بنا پر ہے کہ "حاضر فی الذہن" ھذا کا حقیقی معنیٰ نہیں اور حاشیہ خضری شرح ابن عقیل لا لالفیہ کے صدا میں ہے: "اسم الاشارة وهو ما وضع لمشار اليه اى حسًا بالاصبع ونحوه فلا بد من كونه حاضرًا محسوسا بالبصر فاستعماله فى المعقول والمحسوس بغيره مجاز" یعنی "اسم اشارہ وہ اسم ہے جو مشار الیہ کے لیے موضوع ہو جس کی طرف انگشت وغیرہ سے حسی اشارہ ہو پس ضروری ہے کہ وہ حاضر ہو اور بصر کے ساتھ وہ محسوس ہو پس معقول میں یا محسوس میں اس کا استعمال جس کی طرف انگشت وغیرہ سے اشارہ نہ ہو سکے مجاز بنے" تاج العروس شرح قاموس جلد ۱۰ صہ۳۳۲ میں امام ابو الہیثم سے نقل کیا ہے: "ذا اسم لكل مشار اليه معاين يراه المتكلم والمخاطب" یعنی "ذا" ہر مشار الیہ کا اسم ہے جس کا مشاہدہ ہو، متکلم مخاطب اس کو دیکھتے ہوں۔ غرض اس قسم کی تصریحات ائمہ عربیت وغیرہ کی بہت ہیں جن کا اصل یہی ہے کہ "حاضر فی الذہن" ھذا کا حقیقی معنیٰ نہیں۔ بلکہ مجازی ہے، پس حقیقت مجاز کے مسئلہ کو اصولِ مخترعہ کہہ کر ھذا کے حقیقی مجازی معنیٰ میں فرق نہ کرنا یہ ڈبل غلطی ہے۔ اگر الفاظ کے معانی میں حقیقت مجاز کا فرق نہ کیا جائے تو سب معاملہ ہی درہم برہم ہو جائے گا۔ مثلاً آیت کریمہ "نعبد الٰهك واله آبائك ابراهيم واسماعيل واسحاق" میں چچا کو بھی باپ کہا ہے اس بنا پر کوئی کہے کہ آیت وراثت "ولابويه لكل واحد منهما السدس" میں چچا بھی مراد ہے اگر باپ وغیرہ نہ ہوں تو چچا اس کے قائم مقام ہوگا تو کیا یہ صحیح ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ چچا حقیقتاً باپ نہیں بلکہ اس کو مجازاً باپ کہا ہے۔ اس قسم کی بہتیری امثلہ ہیں، جو مسئلہ حقیقت مجاز سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کو اصولِ مخترعہ کہنا غلطی ہے۔

۵۔ قسطلانی کی عبارت اس محل میں پیش کرنا غلطی ہے۔ کیونکہ قسطلانی نے حاضر فی الذہن کا احتمال ذکر کر کے اس کو مجاز کہہ دیا ہے۔ گویا اس سے اس ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حقیقت کے مقابلہ میں مجاز کا استعمال کمزور احتمال ہے جس کا استعمال بلا دلیل درست نہیں پس یہ عبارت درحقیقت ہماری موید ہے۔ مگر مولوی عبد الجلیل غلطی سے اپنی موید سمجھ رہے ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ عینی رح کا خیال اس بارہ میں راجح ہے۔ اگرچہ حافظ ابن حجر رح کی تحقیق عموماً بڑی ہوتی ہے مگر بحکم "لكل جواد كبوة" اس مسئلہ میں عینی کی رائے کو ترجیح ہے۔ اور حافظ ابن حجر رح کا یہ کہنا کہ "آپ حاضر فی الذہن ہیں" اس کی بابت عرض ہے کہ کیا یہ معنیٰ حقیقی ہے یا مجازی؟ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مجازی ہے۔ پس عینی رح کا خیال درست ہوا پس ان پر چوٹ کے کچھ معنیٰ نہیں (جاری ہے)